قسط ۶

ھندوستان میں عیسائیت کی یلغار

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

برسرِ پیکار تھے اور پھانسی اور دائمی جلاوطنی کی سزائیں پا رہے تھے۔ مرزا غلام احمد اور اس کا پورا خاندان انگریزوں کی مالی اور افرادی مدد کر رہا تھا تاکہ یہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کریں۔ چنانچہ اس ملکی، وطنی اور سیاسی غدار خاندان کو اس مقصد کے لئے چنا گیا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر کے مسئلہ جہاد کو حرام قرار دے۔ لیکن جس شخص کو بھی نبوت کے دعویٰ کے لئے کھڑا کیا جاتا وہ یکدم نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ پہلے وہ اہلِ اسلام کے دلوں میں اپنا وقار اور عظمت پیدا کرتا پھر بتدریج وہ نبوت کا دعویٰ کرتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ دور مذہبی مناظروں کا دور تھا کیونکہ اس زمانے میں عیسائی مذہب کی تبلیغ و دعوت اور دینِ اسلام کی تردید و مخالفت میں سرگرم تھے۔ حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ سرزمین پاک و ہند کی حکومت کو یسوع مسیح کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی۔ دوسری طرف آریہ سماجی مبلغ جوش و خروش سے اسلام کی تردید کر رہے تھے۔ انگریزی حکومت کی اپنی پالیسی بھی یہ تھی کہ ان مناظرانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس لئے کہ ان کے نتیجہ میں ملک میں ایک کشمکش اور ذہنی اور اخلاقی انتشار پیدا ہوتا تھا۔ اور تمام مذاہب اور فرقوں کو ایک ایسی طاقتور حکومت کا وجود غنیمت معلوم ہوتا تھا جو ان سب کی حفاظت کرے اور جس کے سایہ میں یہ سب امن و امان کے ساتھ اپنی مباحثانہ اور مناظرانہ سرگرمیاں رکھ سکیں۔ ایسے ماحول میں جو شخص اسلام کی مداخلت اور مذاہب غیر کی تردید کا علم بلند کرتا وہ مسلمانوں کا مرکز توجہ و عقیدت بن جاتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے منتخب کیا کیونکہ وہ اس طریقے سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی عقیدت کا نقش بٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑی تصنیف کا بیڑا اٹھایا جس میں دینِ اسلام کی صداقت، قرآنِ حکیم کے اعجاز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلائل عقلی سے ثابت کیا جائے گا اور بیک وقت سارے مذاہب کی اس میں تردید ہوگی۔ اس کا نام اس نے "براہین احمدیہ" تجویز کیا۔

مرزا صاحب نے اس کتاب کے تیسرے اور چوتھے حصے کے شروع میں "اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری اور مسلمانوں کی نازک حالت اور انگریزی گورنمنٹ" کے عنوان سے انگریزی حکومت کی مدح و توصیف کی ہے۔ اور اس کے مسلمانوں پر احسانات گنائے ہیں اور اس بات کی پرزور اپیل کی ہے کہ تمام اسلامی انجمنیں مل کر ایک میمورنڈم (MEMORANDUM) تیار کر کے اور اس پر تمام سربرآوردہ مسلمانوں سے دستخط کرا کر گورنمنٹ کو بھیجیں۔ اس میں اپنی خاندانی خدمات کا پھر تذکرہ ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ جہاد کی ممانعت کی بھی پرزور تحریک ہے۔ گویا کہ بحیثیت مبلغ اسلام مرزا صاحب نے اپنا وہ کام یعنی ممانعت جہاد اور خیر خواہی حکومت شروع کر دیا جس کے لئے ان کے انگریز آقاؤں نے انہیں چنا تھا۔

براہین احمدیہ کی طباعت سے قبل مرزا صاحب نے اس کے بارے میں بہت دعوے کئے تھے۔ لیکن کتاب چھپنے پر پڑھنے والوں کو پتہ چل گیا کہ اس ضخیم دفتر میں کوئی نادر تحقیق اور مسیحیت کے مأخذ اور اس کی قدیم کتابوں اور اس کے اسرار و حقائق سے اس طرح کی واقفیت و آشنائی نظر نہیں آتی اور جو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کی تصنیفات

میں نظر آتی ہے۔ نہ وہ شیریں گفتاری اور ندرت استدلال نظر آتی ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابوں میں ہے۔

البتہ اس کتاب کے پڑھنے والے کو مرزا صاحب کی بسیار نویسی، کثرت الہامات، خوارق، کشف، مکالمات خداوندی، پیش گوئیاں اور طویل و عریض دعوے ضرور ملتے ہیں جن سے ایک قاری کی طبیعت بدمزہ اور منغض ہو جاتی ہے۔ اس کتاب میں غیر مسلم حضرات کے جوابات دینے سے زیادہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے اور نہ اس کو منقطع ہونا چاہیئے۔ گویا اپنے دعویٰ نبوت کی اس کتاب میں تمہید ہے اور لوگوں کو مائل کیا گیا ہے کہ وہ آئندہ نسلوں میں مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو ماننے کے لئے تیار رہیں۔

کتاب میں جگہ جگہ مختلف آیات کے غیر مربوط ٹکڑوں کو الہام کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ بیچ بیچ میں چند احادیث بھی جوڑ دی گئی ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ جو مرزا صاحب کے اپنے جملے ہیں وہ خالص ہندوستانی عربی کا نمونہ ہیں جن میں عربیت اور قواعد کی بھی فاش غلطیاں ہیں۔

مرزا صاحب کو اس کتاب کے لکھنے کے بعد اپنی شخصیت کا نیا انکشاف ہوا۔ وہ یہ کہ انھیں اپنی تحریری، متکلمانہ، مناظرانہ اور بعض دیگر خفیہ صلاحیتوں کا انکشاف ہوا۔ اور انہیں اندازہ ہوا کہ ان میں اپنے ماحول کو متاثر کرنے اور ایک نئی تحریک کے چلانے کی اچھی خاصی استعداد ہے۔ اس انکشاف نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی۔ چنانچہ اب ان کا رخ غیر مسلموں سے مناظرہ کرنے کی بجائے خود مسلمانوں کو دعوتِ مناظرہ و مقابلہ دینے کی طرف ہو گیا۔

۱۸۸۵ء میں مرزا صاحب کا حکیم نور الدین بھیروی جو اس زمانہ میں بسلسلہ ملازمت ریاست جموں میں مقیم تھا خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے کشمیر کا سفر اختیار کیا اور ایک ماہ حکیم صاحب موصوف کے پاس قیام کیا۔ ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب نے صرف مجدد و مامور ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں حکیم صاحب نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کریں اس مشورہ کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ حکومتِ وقت کے اشارے سے تھا اور ایک خاص مقصد کے لئے تھا جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

نزول مسیح کا عقیدہ ایک اسلامی عقیدہ ہے۔ مسلمان اس عقیدہ سے واقف اور اس کے قائل تھے۔ احادیث نبویہ میں اس کی اطلاع دی گئی ہے اور مسلمان حالات کی خرابی، حکومت کے چھینے جانے اور پیہم حوادث و مصائب کے اثر سے کسی مردِ غیب کے منتظر بھی تھے۔ حکیم صاحب کو اس کا خیال ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے اپنی دینی خدمات سے جو مقام حاصل کر لیا ہے اس کی بناء پر مسلمان ان کے دعوائے مسیحیت کو تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب پہلے تو سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے تھے جو عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے جس کو بعد میں انہوں نے غلط اور کفریہ عقیدہ کہا، لیکن پھر یکدم اس عقیدہ میں تبدیلی پیدا کر کے لکھا کہ:

"مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد در حقیقت مسیح بن مریم علیہ السلام کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الہٰی یہی عاجز ہے" (توضیح مرام ص ۲)

حکیم نورالدین بھیروی چونکہ احادیث و روایات پر وسیع نظر رکھتا تھا اس لئے وقتاً فوقتاً ان علمی اشکالات پر متنبہ اور ان دقتوں کی طرف بھی متوجہ کرتا رہتا تھا جو اس دعویٰ کے بعد پیش آتے ہیں۔ اور ان کے حل میں بھی مدد دیتا تھا۔ چنانچہ دمشق کی تاویل قادیان، دو زرد چادروں کی تاویل، دو بیماریاں، دمشق کے منارہ شرقی کی تاویل قادیان کا منارۃ المسیح وغیرہ حکیم نور الدین ہی کی بتائی ہوئی تھیں۔

مرزا صاحب کی تصنیفات کا غیر جانبدارانہ مگر ناقدانہ مطالعہ کرنے سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کے اعلانات اور دعاوی کے تدریجی منازل ایک مرتب اسکیم اور خاکے کے تحت ہیں۔ مرزا صاحب نے رب نبی اور نبوت کا لفظ صاف صاف زبان سے کہے بغیر صفات نبوت اور خصائص نبوت پر گفتگو کرنی شروع کر دی اور یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ یہ صفات افراد امت اور کامل لوگوں کو بطریق تبعیت و وساطت حاصل ہوتی ہیں۔ اس منطق اور ان مقدمات کا طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ ایک دن مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کر دیں چنانچہ ایک روز ایسا ہو گیا۔ یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے۔ مولوی عبدالکریم نے جو جمعہ کے خطیب تھے ایک خطبۂ جمعہ میں مرزا صاحب کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے۔ اس خطبہ کو سن کر مولوی سید محمد احسن امروہی نے بہت پیچ و تاب کھائے لیکن مولوی عبدالکریم نے پھر ایک خطبہ میں کہا کہ اگر میں غلطی کروں تو حضور (مرزا صاحب) مجھے بتائیں۔ میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا"۔ یہ خطبہ سن کر مولوی محمد احسن غصے میں بھرے ہوئے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے۔ جب عبدالکریم واپس آئے تو مولوی محمد احسن سے لڑنے لگے۔ لڑنے میں دونوں کی آواز بہت بلند ہو گئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی:

"یاایھاالذین آمنو لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"

گویا اپنی نبوت کی مزید تائید کر دی۔

(تقریر سید سرور شہید قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۵۱ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۲۳ء، حقیقت النبوت ص ۱۲۴)

گویا اس طرح ایک نئے دور کا افتتاح ہو گیا اور مرزا صاحب کو معلوم ہو گیا کہ لوگ اتنے راسخ الایمان ہو چکے ہیں کہ وہ ان کے ہر دعویٰ کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء سے مرزا صاحب اپنی تصنیفات میں اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کرنے لگے۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے اپنی کتاب "تحفۃ الندوۃ" میں اپنے کو ظلی اور بروزی نبی کہا اور ہر مسلمان کے لئے اپنی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ اور کہا کہ میں اپنے دعویٰ میں موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سچا ہوں۔ زمین و آسمان نے میری گواہی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گواہی دی اور ہر نبی نے میری گواہی دی۔ (تحفۃ الندوہ ص ۴)

اسی طرح اپنی کتاب اربعین میں بھی اپنی نبوت کی تاویل کرتے ہوئے لکھا:

"وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے سرچشمے سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے، اسی لئے اس کا نام آسمان پر محمد ﷺ اور احمد ﷺ ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد ﷺ کی نبوت آخر محمد ﷺ کو ہی ملی مگر بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو"۔ (اربعین ص ۵)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھا:

"غرض اس حصہ کثیر وحی الہیٰ اور امور غیبیہ میں اس امت سے ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

یہ نبوت کا دعویٰ تو تھا لیکن جب کبھی کوئی کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو کہا جاتا کہ یہ دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے۔ تشریعی نبوت کا نہیں۔ لیکن پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ مرزا صاحب کھل پڑے اور صاف کہہ دیا کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ کیونکہ تشریعی نبی ہی مسئلہ جہاد کو حرام قرار دے سکتا تھا اور یہی مرزا صاحب کے نبی کہلانے کا مقصد تھا جیسا کہ اگلے صفحات میں آرہا ہے۔ چنانچہ اربعین ہی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام:

"قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم"

یہ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ان ھذا الفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم و موسیٰ"

یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔ (اربعین نمبر ۴، ص ۷)

جب تشریعی نبوت کا دعویٰ کر دیا تو اب وہ پرچار شروع ہو گیا جس کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور وہ تھا انگریزوں کی اطاعت اور مسئلہ جہاد کا حرام کرنا۔ چنانچہ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھا:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں" (تریاق القلوب ص ۱۵)

انگریزوں کی اطاعت پر اتنا زیادہ زور دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے برابر قرار دیا چنانچہ اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں لکھا:

"میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایۂ میں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے"۔

(اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص ۳ کتاب شہادۃ القرآن کے آخر میں)

ایک اور جگہ خود اقرار کیا کہ مجھے حکومت برطانیہ نے اٹھایا ہے اور میں اس کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اس درخواست میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء میں پیش کی تھی یہاں تک لکھا ہے کہ:

"یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار، جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہے۔ اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

"الجہاد ماض الی یوم القیامۃ"

جہاد قیامت تک کے لئے جاری و ساری رہے گا۔

لیکن مرزا صاحب کی خصوصی توجہ مسئلہ جہاد پر مرکوز تھی جو انگریزی حکومت کے لئے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام

ممالک اسلامیہ میں خاص تشویش اور اضطراب کا باعث تھا۔ مرزا صاحب نے جہاد کے دائمی طور پر منسوخ اور ممنوع ہو جانے کا اعلان کیا اور اس کو اپنے مسیح موعود ہونے کا نشان قرار دیا۔ چندہ منارۃ المسیح کے اعلان میں کہا کہ:

"تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا۔ اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے۔ تاکہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں۔ کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا۔ اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا۔ سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے"۔

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

ایک اور جگہ نہایت صفائی اور اختصار کے ساتھ لکھا کہ:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے" (تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ۱۷)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی افکار میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں ایک دعویٰ نبوت دوسری حرمتِ جہاد۔

اس طریقے سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے انگریز آقاؤں سے حقِ وفاداری ادا کیا اور انگریزوں کی حکومت کی مضبوطی (STABILITY) میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔

مرزا صاحب کو انگریزی حکومت کے ساتھ ایسا اخلاص اور اس کی خیر خواہی کا ایسا جذبہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے جوشِ نفرت کو کم کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کرتے تھے۔ انہوں نے عیسائی مناظرین اور پادریوں کے مقابلے میں جس جوش اور سرگرمی کا اظہار کیا اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ان عیسائی پادریوں نے اسلام کی تردید اور پیغمبر اسلام کی توہین میں ایسا رویہ اختیار کیا تھا جس سے مسلمانوں میں جوش و اشتعال پیدا ہو جاتے اور انگریزوں کی حکومت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے بھی مصلحتاً و قصداً ان کی تردید میں جوش و تاثر کا اظہار کیا تاکہ مسلمانوں کا جوشِ طبیعت فرو ہو جائے اور ان کو تسکین ہو۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ تریاق القلوب صفحہ ۳۱۰ بعنوان حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست)

مرزا غلام احمد کو انگریزوں کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اس نے ہر اس شخص کی گندی گالیوں سے تواضع کی جس نے انگریزوں کے خلاف کام کیا یا اس کو (مرزا غلام احمد کو) انگریزوں کا سیاسی ایجنٹ بتایا۔ ایک طرف تو اس نے اپنے کو نبی کے لفظ سے یاد کیا لیکن نبیوں والے اخلاق کے برعکس انہوں نے منافقوں والے اخلاق: "واذا خاصم فجر" "جب اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا ہے تو فوراً گالی گلوچ پر اتر آتا ہے" سے کام لیا۔

بقیہ از صفحہ ۲۰

ہم مولوی ہیں نہ ملا۔ جو فتویٰ دیں کہ ان میں کونسا طبقہ "برحق" ہے ہماری رائے میں نہ "انتہا پسند" اچھی ہیں نہ "رجعت پسند" اور یہ "اعتدال پسند" تو بڑی حد تک خطرناک قسم کی ہیں!۔ ہم عورت کو نہ سمجھ سکے۔ ہم نے یا تو اسے بالکل "شمع محفل" بنا دیا۔ یا بالکل "چراغ خانہ" یا اس کے بیچوں بیچ جھونکوں کی زد میں آیا ہوا چراغ

عورت ماں بھی ہے، بہن بھی ہے۔ بیٹی بھی ہے۔ اور عورت بیوی بھی ہے اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ ماں ہو تو کیسی۔؟ بہن ہو تو کس قسم کی۔؟ بیٹی ہو تو کیسی؟ اور بیوی ہو تو کس طرح کی۔؟

فیصلہ کیجئے۔ آپ کی تاریخ میں مائیں بھی ہیں۔ اور بہنیں بھی۔ بیٹیاں بھی ہیں اور بیویاں بھی۔ لیکن آپ کہہ دیں گے تاریخ ہمارا "سبجیکٹ" نہیں۔ ہمارا مضمون حساب ہے۔ لیکن یہ کہئے کہ۔ "یوم الحساب" پر بھی آپ کا ایمان ہے۔؟